International Research Jounral of Islamic Culture & Communication

IRJICC

ISSN:3007-4630 (P),3006-8304(E)

اجتہاد بالمقاصد اور جدید طبّی مسائل: ایک تحقیقی و فقہی مطالعہ

IJTIHAD BIL-MAQASID AND CONTEMPORARY MEDICAL ISSUES: A RESEARCH AND JURISPRUDENTIAL STUDY

1. ***Muhammad Iqbal Anjum***
iqbalanjum@gmail.com
PhD Scholar
Department of Qur'an and Sunnah, University of Karachi.

2. ***Dr. Syed Ghazanfar Ahmed***
ghazanfar.uok.edu.pk
Assistant Professor, Department of Qur'an and Sunnah, University of Karachi.

Vol. 03, Issue, 03, July-Sep 2025, PP:29-43

OPEN ACCES at: www.irjicc.com

Article History	Received	Accepted	Published
	15-07-25	03-08-25	30-09-25

Abstract

This study explores the conceptual and practical framework of ijtihad bi al-maqasid (objective-based reasoning) in addressing contemporary medical challenges. With the rapid advancement of modern medical science, humanity faces numerous ethical and legal questions that are not explicitly discussed in classical Islamic jurisprudence. Ijtihad bi al-maqasid, grounded in the higher objectives of Shariah – protection of life, lineage, intellect, religion, and property – provides a comprehensive and flexible methodology for resolving these emerging issues.The research examines key medical topics such as organ transplantation, artificial reproduction (IVF), genetic modification, the commercialization of human organs, surrogacy, vaccination, and end-of-life ethical decisions. Each issue is analyzed through the lens of the maqasid al-shariah to determine how human life,

CC BY

dignity, social welfare, and moral integrity can be preserved in accordance with Islamic principles.The findings indicate that the maqasidi approach of Shariah is compatible with contemporary medical developments and allows for solutions that prioritize saving lives, protecting human dignity, and promoting collective well-being. This study not only provides guidance for the Islamic legal evaluation of modern medical matters but also highlights the inherent flexibility and universality of Islamic teachings. It underscores the need for continuous collaboration between scholars and medical experts to develop well-grounded jurisprudential responses, ensuring that the relevance and effectiveness of Shariah remain evident in the modern era.

KeyWords: *Ijtihad bi al-Maqasid,Maqasid al-Shariah, Contemporary Medical Ethics,Islamic Bioethics, Organ Transplantation,Genetic Modification.*

موضوع کا تعارف:

اجتہاد بالمقاصد اسلامی فقہ کا وہ جامع اور متحرک اصول ہے جس کے تحت شریعت کے بنیادی مقاصد (مقاصدِ شریعہ) کو سامنے رکھتے ہوئے نئے پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں سائنسی و طبّی ترقی نے انسانی زندگی میں ایسے بے شمار مسائل پیدا کر دیے ہیں جن کا براہِ راست ذکر قدیم فقہی ذخیرے میں موجود نہیں۔ اسی لیے اجتہاد کے جدید اصول، بالخصوص اجتہاد بالمقاصد، آج کی طبّی دنیا میں راہنمائی کا بنیادی ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔

اسلام میں شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد—حفظِ دین، حفظِ نفس، حفظِ عقل، حفظِ نسل اور حفظِ مال—ایسے عالمی اور آفاقی اصول ہیں جو ہر دور میں انسانیت کی بھلائی اور فلاح کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ جدید طبّی مسائل جیسے عضو کی پیوند کاری، مصنوعی تولید (IVF)، جینیاتی ترمیم (Genetic Editing)، اعضاء کی خرید و فروخت، زندگی کے اختتام سے متعلق فیصلے (Euthanasia)، اور COVID-19 جیسے وبائی حالات میں ویکسینیشن—ایسے چیلنج ہیں جن پر فقہی رہنمائی مقاصدِ شریعہ کی روشنی میں ہی ممکن ہے۔

اجتہاد بالمقاصد کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جامد یا حرفی سوچ کے بجائے روحِ شریعت کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس کا مقصد نصوصِ شرعیہ کے حکمتِ تشریع کو سمجھتے ہوئے ایسے فیصلے کرنا ہے جو انسانی جان، صحت اور معاشرے کی مجموعی فلاح کے مطابق ہوں۔ مثلاً جدید میڈیکل ٹیکنالوجی میں جہاں انسانی جان بچانے اور تکلیف کم کرنے کے وسیع امکانات پیدا ہوئے ہیں، وہیں اخلاقی اور فقہی سوالات بھی جنم لیتے ہیں جن کا جواب اسی نوعیت کے اجتہاد سے دیا جا سکتا ہے۔

اس تمہیدی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ جدید طبّی ترقی اور شریعت کے اصولوں میں کوئی تصادم نہیں، بلکہ دونوں کا مقصد انسانی زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاصر علماء، ماہرینِ طب اور فقہاء باہمی تعاون کے ذریعے اجتہاد بالمقاصد کے اصولوں پر نئے طبّی مسائل کا حل پیش کریں، تاکہ شریعت کی افادیت ہر دور میں زندہ اور قابلِ عمل رہے۔

اجتہاد کی تعریف

لغت و اصطلاح کی معروف کتاب "القاموس الفقہی" کے مؤلف سعدی ابو حبیب لفظ اجتہاد کی تعریف کرتے ہوئے قمطراز ہیں کہ "کسی کام کی انجام دہی میں تکلیف و مشقت اٹھاتے ہوئے اپنی پوری کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔[1]

گویا اجتہاد صرف اُس کوشش کو کہتے ہیں جو کسی کام کی تکمیل میں مشقت برداشت کرتے ہوئے کی جائے اگر کوشش بغیر دقت اور تکلیف کے ہو گی تو اسے اجتہاد نہیں کہیں گے ۔

اصطلاحی تعریف:

تاج العروس الھاوی لتھذیب النفوس کے مؤلف امام احمد بن عبد الکریم السکندری کے بقول:

اصطلاحاً کسی چیز کی تلاش میں اپنی پوری طاقت خرچ کرنا اجتہاد کہلاتا ہے اور اس سے مراد کسی مسئلہ کو قیاس کے طریقہ سے کتاب و سنت کی طرف لوٹانا ہے۔ [2]

علم فقہ کی مشہور کتاب "مسلم الثبوت" کے فاضل مؤلف علامہ مجیب اللہ البہاری کے بقول کسی فقیہ کا کسی حکم شرعی یا ظنی کو حاصل (استنباط) کرنے کیلئے پوری طاقت خرچ کرنا اجتہاد کہلاتا ہے ۔[3]

اجتہاد اور شریعت مطہرہ کا حکم:

جہاں تک اجتہاد کی حجیت کا تعلق ہے تو بلا ریب اجتہاد قرآن و سنت سے ثابت ہے اور جمہور علماء اسلام اس کی حجیت پر قائل و مائل ہیں۔

اجتہاد اور قرآن کریم:

قرآن کریم کتاب الٰہی اور مکمل ضابطہ حیات ہے اس کے سنہری اور عالمگیر اصول زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی فرماتے ہیں قرآن کریم میں اجتہاد کے بارے بڑی وضاحت سے فرمایا گیا ہے ارشاد ربانی ہے ۔

اے ایمان والو ! حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول اللہ ﷺ کا اور صاحب امر لوگوں کا جو تم میں سے بہتر ہوں اور پھر اگر کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو یہ بات بھی اچھی اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔ [4]

مندرجہ بالا آیت کریم میں چاروں مصادر شریعت کی طرف اشارہ ہے جنہیں اولہ اربعہ بھی کہتے ہیں اس میں اطیعو اللہ سے مراد قرآن کریم، اطیعو الرسول سے مراد حدیث رسول ﷺ اور اولی الامر سے مراد فقہا اور علماء ہیں ۔

ایک مجتہد عالم کا اپنی رائے سے اجتہاد کر کے کسی مبہم و غیر واضح اختلافی مسئلے کو قرآن و سنت کی طرف لوٹانا اور استنباط کرنا اجتہاد شرعی یا قیاس مجتہد کہلاتا ہے۔ چونکہ شریعت کا منشاء مخلوق الٰہی کی بھلائی و رہنمائی ہے اس لئے شریعت نے کچھ مقاصد بھی متعین کر دیئے ہیں جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہی مسائل میں اجتہاد کرنا اجتہاد بالمقاصد کہلاتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اجتہاد ،استنباط، فتوی اور عدالتی فیصلوں کو جاننے اور سمجھنے کیلئے شریعت کے اسرار و مقاصد کو جاننا بہت ضروری و ناگزیر ہے۔ بایں سبب عصر حاضر میں تحقیق، تدوین و تدریس اور تصنیف و تالیف کی سطح پر مقاصد شریعہ میں توجہ و طلب میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جاہں تک حدیث مبارکہ کا تعلق نبویہ ﷺ سے بھی ہمیں اجتہاد کی اجازت ملتی ہے اس میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والا وہ واقعہ

ہے جس میں آپ کو گورنر بنا کر یمن کی طرف بھیجا گیا تھا ۔

مصادر و مآخذ شریعت اسلامیہ چار ہیں جنہیں قرآن کریم، سنت رسول ﷺ اجماع اور قیاس و اجتہاد کہا جاتا ہے۔ ان مراجع شریعت مطہرہ میں قیاس و اجتہاد ایسا مآخذ ہے۔ جس کے ذریعہ سے صبح قیامت تک پیش آنے والے مسائل جدیدہ کا حل تلاش کیا جاتا رہے گا ۔

چونکہ شریعت مطہرہ نے دنیائے کائنات کی بہتری اور بھلائی کو پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ اغراض و مقاصد متعین فرمائے ہیں جنکا تعلق سراسر اجتہاد سے ہے۔ یہی سبب ہے کہ فقہی مسائل میں اجتہاد کرنا اجتہاد بالمقاصد کہلاتا ہے۔

جب رسول کائنات ﷺ نے اپنے صحابی حضرت معاذ ابن جبل (600ء تا 640ء، مدفن اردن) کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو فرمایا معاذ! تم کس طرح احکام دیا کرو گے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا بِکِتَابِ اللہ" اللہ کی کتاب کے مطابق "رسول اللہ ﷺ نے پوچھا! فان لم تجد اگر تم قرآن میں مطلوبہ چیز نہ پا سکے تو کیا کرو گے؟ معاذ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ فبسنة رسول اللہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق احکام دیا کروں گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا فان لم تجد اگر تم سنت میں بھی مطلوبہ چیز کا حل تلاش نہ کر سکے تو پھر کیا کرو گے؟ اس پر حضرت معاذ ابن جبل نے گذارش کہ کہ اجتَھِدُ بِرَاٰئِی وَلَا آلُو میں اپنی رائے کے مطابق اجتہاد کروں گا اور کوئی دقیقہ نہیں چھوڑوں گا ۔

حضرت معاذ کے اس جواب کو اللہ کے رسول ﷺ نے نہ صرف پسند فرمایا بلکہ دعا دی اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ کہا کہ اللہ تو نے اپنے رسول ﷺ کے رسول کو جس چیز کی توفیق دی ہے اس سے تیرا رسول خوش ہے۔[5]

مندرجہ بالا جواب جو حضرت معاذ نے رسول کائنات ﷺ کے سوال پر پیش کیا کہ اجتَھِدُ بِرائی۔ کہ میں اپنی رائے کے مطابق اجتہاد کروں گا یہی وہ اجتہاد ہے جو کم و بیش عرصہ چودہ سو سال سے تعلق رکھتا ہے ۔

اور ہمیں وہ چیز جو اسلامی قانون کو زندگی دینے والی اور برقرار رکھنے والی ہے اس کی وجہ سے ایک نیوٹرل شخص بھی بازو اٹھا کر کہہ سکتا ہے کہ اسلامی قانون چودہ سو سال سے بالکل، صاف ستھرا، پاکیزہ اور تحریف وملاوٹ سے پاک چلا آ رہا ہے اور اس میں آئندہ بھی چلنے کی قوت باقی ہے ۔

اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگر یہ چیز یعنی اجتہاد نہ ہوتا تو صرف قرآن و سنت پر اکتفا کرنے سے ممکن ہے کہ بعض لوگ قرآن کریم کی آیات اور احادیث مقدسہ سے استنباط کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے اور ورطہ حیرت میں چلے جاتے کہ اب مسائل جدیدہ کا حل کیسے نکالیں؟

المختصر اسلامی قانون کے فروغ و ترقی کے متعلق اگر اجتہاد کی اجازت نہ ہوتی تو پھر سب لوگوں کو قرآن و حدیث پر اکتفا کرنا پڑتا اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ کسی وقت بڑے سے بڑے اور جید سے سے جید عالم اور فقیہ کو بھی کسی نئے پیش آمدہ مسئلے کے متعلق نہ قرآن میں حکم ملتا اور نہ حدیث میں۔ تو ایسی صورت میں سوائے اجتہاد کے چارہ نہ ہوتا۔ جیسا کہ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلے پر حضرت علی علیہ السلام نے کچھ توجہ دلائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فی الفور بول اٹھے کہ لولا علی لھلک عمر اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا ۔

لہٰذا اس اجازت کے تحت جو معاذ ابن جبل رضیاللہ عنہ کر دی گئی تھی کہ اجتہاد کر و اجتہاد کا اصول میسر آ گیا۔ اور مشکلات

ختم ہو گئیں اجتہاد فقہ اسلامی کا ایک عظیم اصول ہے۔اور فقہ اسلامی مسلمانوں کا ایک عظیم و اعظم کارنامہ ہے ۔

اجتہاد اور سنت رسول اللہ ﷺ:

رحمت دو عالم ﷺ نے قیاس و اجتہاد کو اپنی سنت مطہرہ سے ثابت کیا ہے جیسا کہ ایک صحابی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کی رض کرتے ہیں کہ میری اور میری بیوی کی رنگت تو گوری ہے لیکن میری بیوی نے ایک سیاہ یعنی اسود اللون بچہ پیدا کیا ہے بایں سبب میں اس بچے کو اپنا بچہ ماننے کیلئے آمادہ نہیں ہوں تو اس بارے میری راہنمائی فرمائیں۔ [6]

اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تیرے پاس اونٹ ہیں۔اُس نے عرض کیا جی ہاں اونٹ ہیں، فرمایا ان کی رنگت کیا ہے؟ عرض کیا سرخ رنگ کے ہیں۔فرمایا کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟ عرض کیا جی ہاں خاکستری رنگ کا بھی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اور پھر وہ کہاں سے آگیا ہے؟ اس نے عرض کیا ممکن ہے کسی رگ کے فساد کے سبب ایسا ہو گیا ہو تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہی فساد رگ یہاں بھی تو پایا جا سکتا ہے۔اس لئے اپنی بیوی پر بد گمانی نہ کر۔ [7]

اس حدیث مبارکہ میں رحمت دو عالم ﷺ نے اسلام کے روشن اور تاباں و درخشاں اصول مساوات کے تحت سیاہ فام بچے کو خاکستری اونٹ پر قیاس و اجتہاد فرما کر جھگڑے کو ختم فرما دیا کہ جب سرخ رنگ کا اونٹ اور اونٹنی خاکستری بچہ پیدا کر سکتے ہیں تو پھر گوری رنگت والی بیوی اور گورے رنگ والا خاوند بھی ایک سیاہ رنگ کے بچے کو پیدا کر سکتے ہیں ۔

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو صلح حدیبیہ کا تاریخ ساز معاہدہ تحریر کرنے کا حکم صادر فرمایا تو حضرت علی علیہ السلام نے ابتدائی کلمات اس طرح تحریر فرمائے یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو نے صلح کی ہے۔یہ الفاظ سننے اور پڑھنے کی دیر تھی کہ سہیل بن عمرو پھر بگڑ گیا۔وہ کہنے لگا کہ اگر ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مان لیتے ہیں تو ہمارا آپ کے ساتھ کوئی جھگڑا ہی نہیں رہتا۔اور نہ اس معاہدے کی قطعاً ضرورت پیش آتی اس لئے اس عبارت کو ہٹایا جائے اور یوں لکھا جائے کہ یہ معاہدہ محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو کی طرف سے ہے اس کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا جیسے یہ کہتا ہے ویسے ہی لکھ دو۔اس پر حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا۔اللہ کی قسم میں نہیں مٹا سکتا ۔

"اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کا لفظ خود اپنے مبارک ہاتھوں سے مٹا دیا۔لیکن انکار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باز پرس

نہیں کہ اور نہ ہی کسی قسم کی سرزنش فرمائی۔اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہر عمل سراسر تعظیم اور احترام و اکرام پر مبنی تھا۔اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذاتی اجتہاد تھا۔رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے ان الفاظ کو مٹا کر ان کے اجتہادی فیصلے کی تائید فرمادی [8] "

مذکورہ بالا احادیث نبویہ ﷺ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ کریم نے رسول ﷺ کو اظہار رائے، قیاس، اجتہاد اور نفاذِ قانون کا مکمل اختیار عطا فرمایا تھا اور آپ ﷺ نے اس کا بھرپور اور مکمل استعمال فرمایا۔اسلامی قانون

کے اندر جو لچک، نرمی، جامعیت و اکملیت اور وسعت پائی جاتی ہے یہ سب رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت مطہرہ سے واضح فرمایا ہے تاکہ لوگ شریعت محمدیہ ﷺ کے مزاج پاکیزہ سے اچھی طرح واقف و آگاہ اور آشنا ہو جائیں اور نت نئے پیش آنے والے مسائل کا حل نکال سکیں ۔

اجتہاد اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین:

باب مدینۃ العلم، اخئی رسول سیدنا حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا؛ اہل عقل کے نزدیک قیاس و اجتہاد کے ذریعے حق کو پہچانا جاتا ہے ۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اشباہ و نظائر کو پہنچانو پھر نئے مسائل کو ان پر قیاس کرو ۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے کوئی ایک دو رکعت پڑھی جا چکی تھیں۔ حضرت معاذ ابن جبل مسجد میں آئے اور آتے ہی اتباع رسول ﷺ کو اختیار کیا۔ اور فوت شدہ رکعتوں کو چھوڑ دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز مکمل فرما کر سلام پھیر دیا تو حضرت معاذ نے اپنی بقیہ رکعتوں کو مکمل کرنے کے بعد سلام پھیرا حضرت معاذ کا یہ عمل رسالت مآب ﷺ کو بہت پسند آیا۔ تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا۔ ماحملک علی ماصنعت اے معاذ تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا اور مائل کیا؟ حضرت معاذ نے عرض کیا کہ میں خود ایسا نہیں بننا چاہتا کہ آپ کو کسی حال میں پاؤں اور آپ کی اتباع میں جلدی نہ کروں۔ حضرت معاذ کا یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ مسرور ہوئے اور فرمایا سن لکم معاذ فلذالک فافعلوا معاذ نے تمہارے لئے سنت قائم کر دی تم بھی ایسے ہی کیا کرو ۔[9]

حضرت معاذ ابن جبل کا باجماعت میں فوری شامل ہونے کا یہ ذاتی اجتہاد تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس اجتہاد کو صائب اور بہتر قرار دیا اور سب امت کیلئے نماز میں اسی طرح شامل ہونے کو اپنی سنت بنا دیا ۔

حاصل کلام:

اجتہاد کا عمل بلا ریب شرعی بنیادوں پر قائم ہے اور یہ عمل آرائے علماء پر مبنی نہیں بلکہ شریعت مطہرہ کی علتوں پر مستحکم ہے۔ اور اس عمل کو اپنی ذاتی خواہشات و تمناؤں پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے حکم اور انکی رضاء و منشاء کو پیش نظر رکھ کر اجتہاد کیا جاتا ہے ۔

اجتہاد منشاءِ الٰہی اور رضائے مصطفوی ﷺ کے عین تابع ہے۔ اور اجتہاد کرنے والے علماء و فقہائے امت کو حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کے توسل سے رحمت دو عالم ﷺ کی خصوصی دعا ہے اور اس نعمت پاکیزہ کی عطا پر جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے وہ کم سے کم ہے

قوت اجتہاد کی بناء پر دنیاءے کائنات کا روشن و منور ترین مذہب اسلام کا آفتاب نصف النہار پر چمک اور دمک رہا ہے اسلام کی عظمت و رفعت کو دیکھنے کے بعد بھی اگر کوئی اس کی بزرگی کا انکار کرے تو یہ اس کی آنکھوں کا قصور ہے ۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم

چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اگر دن کے وقت چمگادڑ کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے ؟

جدید طبّی مسائل:

دنیائے طب کے حوالے سے علماء وفقہائے متقدمین کو دیکھیں تو وہ آج کے علوم جدیدہ اور نئے طبّی آلات واوزار سے مستفید دکھائی نہیں دیتے اسی لئے انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری، اسقاط حمل یا پہچان حمل کے حوالے سے ان باتوں کی مخالفت کی گئی۔ اس ضمن میں حالیہ پیشرفت اس وقت ہوئی جب مسلم اطباء نے اصول فقہ کا اور مفتیان دین متین نے علوم جدیدہ کا مطالعہ کیا۔ تو وہ مسائل جدیدہ جن کا تعلق طب سے ہے ان میں بڑی حد تک آسانی پیدا ہوئی علمائے حق نے قیاس شرعی اور اجتہاد علمی سے مسائل طبّی پر تحقیق عمیق کرنے کے بعد یہ ثابت کر دکھایا کہ عصر حاضر کے طبّی مسائل کو حل کرنے کیلئے ہمارے پاس دلائل شرعیہ موجود ہیں۔ سب سے پہلے ہم دور جدید کے طبّی مسائل کی مختصر تفصیل پیش کرتے ہیں اور پھر ان کے جواز پر شرعی اجتہاد کے دلائل پیش کئے جائیں گے۔ اس راہ میں آنے والے طبّی مسائل درج ذیل ہیں ۔

پلاسٹک سرجری	خون چڑھانا
حالت روزہ میں انجیکشن	الکحل ملی ادویات کا استعمال
انسانی اعضاء کی پیوند کاری	ایکسرے
چیڑ پھاڑ	پوسٹ مارٹم
انع حمل ادویات	نس بندی
غلاف ذکر	

پلاسٹک سرجری:

عصر حاضر میں اعضائے بدن بالخصوص چہرے کی پلاسٹک سرجری کا مسئلہ بڑا اہم موضوع بنا ہوا ہے کہ کیا چہرے کے داغ دھبوں کو دور کرنے کیلئے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے علمائے عصر حاضر میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔

دور جدید کے ایک معتبر عالم دین مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب کی رائے ہے کہ "اگر کسی کے چہرے پر داغ یا دھبے ہوں اور چہرہ بالکل بگڑ گیا ہو تو محض خوبصورتی کیلئے پلاسٹک سرجری کی اجازت نہیں ہو گی۔ ہاں اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ اگر کسی حادثہ کے سبب زخمی کی شکل میں بگاڑ پیدا ہو جائے اور وہ اس کے سبب لوگوں کے سامنے آنے سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہو تو ایسے شخص کو ایک اچھی صورت میں زندگی گزارنے اور عوام الناس کے درمیان بلا تکلیف آنے جانے کیلئے پلاسٹک سرجری کروانے میں کوئی ممانعت بھی نہیں ہے ۔"

انسان کے پاس اس کا جسم بطور نعمت خالق حقیقی کی امانت ہے اللہ کریم نے اعضائے انسانی سے مختلف منافع وابستہ فرما کر

انہیں مختلف کاموں میں لگایا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے انسان کو اس کے اعضاء کے حوالے سے صرف مفوضہ کاموں میں ہی استعمال کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہوا ہے لیکن وہ لوگ جو اپنی مرضی اور من چاہی خواہشات کی بناء پر اپنے جسم کی ہیئت اور خلقت میں تبدیلی کرنے کیلئے پلاسٹک سرجری کرواتے ہیں ان کا یہ عمل سراسر تعلیمات الٰہی کے خلاف ہے اس لئے شرعی نکتہ نظر سے یہ ناجائز ہے ۔

ہاں اگر کسی عضو انسانی کی ہیئت عام قانون فطرت کے خلاف ہو اس عضو کے فطری عمل میں دشواری پیدا ہو رہی ہو تو ایسی صورت میں پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس عضو کی درستگی کروانا جائز ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ شرعی ضرورت کے پیش نظر حرام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں مثال کے طور پر مرد کو سونا پہننا حرام ہے وہ سونا نہیں پہن سکتا لیکن یہاں پر شریعت مطہرہ ہماری راہنمائی فرماتی ہے کہ سنن ترمذی میں یہ روایت موجود ہے کہ سیدنا عرفجہ ابن اسعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں یوم کلاب کی لڑائی میں میری ناک کٹ گئی تھی تو میں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگالی لیکن کچھ عرصہ بعد اس میں بدبو پیدا ہو گئی جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کی ناک استعمال کرنے کا حکم دیا۔

یہاں پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سونا مرد کیلئے حرام ہے لیکن ضرورت اور مجبوری کے تحت اس کا حکم بدل گیا ہے۔ محض آرائش و زیبائش کیلئے مرد سونے کا استعمال نہیں کر سکتا بالکل اسی طرح یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگر پلاسٹک سرجری کا مقصد صرف حصول تزئین و زیبائش و آرائش ہے فیشن پرستی اور اظہار حسن ہے تاکہ انسان مرد ہو یا عورت اپنے اعضائے ظاہری کے اندر مناسب تبدیلی کر کے خوبصورت اور پرکشش نظر آئے تو یہ حرام و ممنوع اور ناجائز ہے کیونکہ اعضاء کے اندر تغیرات کا آنا، بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے کے اندر تغیرات کا رونما ہونا یہ فطری عمل ہے۔ جس کا سامنا ہر انسان کو کرنا پڑتا ہے لہٰذا خواتین کا اپنے مخصوص اعضاء کو صرف خوبصورتی کیلئے بڑا یا چھوٹا کروانا شریعت کی رو سے جائز نہیں ہے۔ اور حدیث مبارکہ میں ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ صحیح مسلم کے اندر یہ روایت موجود ہے کہ

"سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے جسم گودنے والی اور گدوانے والیوں پر، اور چہرے کے بال صاف کرنے والی اور کروانے والیوں پر اور خوبصورتی کیلئے دانتوں کے درمیان کشادگی کرنے والیوں پر اور اللہ کی خلقت کو بدلنے والیوں پر ۔ [13]

اس میں ایک خرابی یہ بھی لازم آتی ہے کہ بلاضرورت اپنا ستر کھولنا پڑتا ہے جبکہ کسی کو اپنا ستر دکھانا اور کسی کا ستر دیکھنا دونوں ناجائز اور حرام ہیں۔ اسی وجہ سے عورت کا کسی مرد کے سامنے بلاضرورت شرمگاہ اور دوسرے مخفی اعضاء کا کھولنا شرعاً جائز نہیں ہے ۔

خون چڑھانا:

فقہائے احناف کے بقول جو چیزیں ناجائز اور حرام ہیں ان سے علاج درست نہیں ہے لہٰذا خون جب اپنے مرکز و مقام اصلیہ کو چھوڑ دے گا تو حرام ہو جائے گا۔ اس لئے ایک انسان کا خون طبّی ضرورت کی بنا پر دوسرے انسانی جسم میں چڑھانا اصلاً ناجائز ہے۔ پھر خون کے حرام ہونے میں دو اسباب ہیں ایک تو یہ کہ وہ ناپاک اور نجس ہے دوسرا سبب یہ کہ انسان کا جزو ہے جس سے

فائدہ اٹھانا انسانیت کے احترام کے منافی ہے مگر فقہاء نے ضرورت کی بناپر ازرہ علاج حرام اشیاء کے استعمال کو بھی درست اور جائز قرار دیا ہے۔اور قرآن و حدیث کی بعض تصریحات سے بھی اس کا جواز معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بغرض علاج اصحاب عرینہ کو اونٹوں کا پیشاب پینے کی اجازت دے دی تھی۔[14]

سیدنا عرفجہ ابن اسعد کو سونے کی ناک بنانے کا حکم دیا جبکہ سونا مردوں کیلئے حرام ہے ۔[15]

اضطرار و مجبوری کی حالت میں قرآن کریم نے جان بچانے کی خاطر مردار اور سور کو گوشت کھانے کی اجازت دی ہے جس کا حرام ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔[16]

ان دلائل کے بعد فقہائے احناف نے بھی تداوی بالحرام یعنی حرام اشیاء سے علاج کی جازت دے دی ہے اور فقہائے متاثرین کی کتب میں اس کی بے شمار نظیریں موجود ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے " بیمار کو ازرہ علاج مردار کھلانا، خون یا پیشاب پلانا جائز ہے اور کوئی مسلمان طبیب یہ بتائے کہ اس عمل کے بغیر چارہ نہیں اور کوئی دوسری مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں ہے ۔[17]

فتاویٰ عالمگیری میں ایک دوسرے مقام پر ہے کہ

"اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ازرہ علاج آدمی کی ناک میں عورت کا دودھ ٹپکایا جائے، ڈالا جائے یا پلایا جائے[18]

دودھ خون کی بڑی حد تک ایک واضح اور روشن مثال ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں بغرض علاج ڈالا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کیلئے چند شرائط ہیں ۔

۔1خون کے علاوہ کوئی متبادل دوانہ ہو جس سے مریض کی جان بچ سکے صرف خون ہی کا لگایا جانا آخری امید ہو تو پھر ایسی صورت میں انتقال خون کیا جاسکتا ہے ۔

۔2اگر ماہر طبیب خون کے استعمال کو لازم قرار دے ۔

۔3 محض حسن انسانی میں اضافہ مقصود نہ ہو ۔

مندرجہ بالا شرائط پوری ہونے کی صورت میں خون کا عطیہ دینے اور خون لگوانے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ یہ عین کار ثواب ہے کیونکہ اس عمل سے کسی کی زندگی بچائی جارہی ہے۔اور پھر مقصود شریعت بھی یہی ہے الا یہ کہ خون دینے پر کسی روپے پیسے کا لالچ نہ کیا جائے کیونکہ خون کی خرید وفروخت کا شریعت مطہرہ میں کوئی جواز نہیں ہے ۔

حالت روزہ میں انجکشن۔

صائم یعنی روزہ دار شخص کا بوقت ضرورت انجکشن یعنی ٹیکہ لگوانا شرعا بالکل جائز ہے۔اور اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے۔علاج کیلئے تین قسم کے ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔

جلد میں لگنے والے	Subcutaneous
گوشت میں لگنے والے	Intramuscular
رگ میں لگنے والے	Intravenous

تینوں قسموں میں اگر غذائی دوا شامل نہ ہو تو ان سے روزہ نہیں ٹوٹے گا ۔

انجکشن کے ذریعے سے دوا عموماً رگوں کے ذریعہ سے جسم و دماغ تک پہنچتی ہے اور دوا ایسی راہ سے گذرتی ہے جو اس کی حقیقی راہ نہیں ہوتی۔ جو راستہ حقیقی نہیں ہوتا فقہاء کی زبان میں اسے منفذ کہا جاتا ہے۔ فقہاء ایسی صورتوں کو مفسد صوم قرار نہیں دیتے۔

زخموں کی دو اقسام ہیں جن میں دوا ڈالنے کو فقہا نے مفسد صوم قرار دیا ہے ۔

1۔ آمہ 2۔ جائفہ

آمہ سر کے اس گہرے زخم کو کہتے ہیں جو اصل دماغ تک پہنچ گیا اور اس کے ذریعہ دوا بھی وہاں تک پہنچ جاتی ہو۔ جائفہ پیٹ کے اس زخم کو کہتے

ہیں جو معدہ تک گہرا ہو اور اس کے ذریعہ دوا پیٹ تک پہنچتی ہو۔ تو ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائیگا بصورت دیگر نہیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں اگر پیٹ کے یا دماغ کے اندر پہنچنے ہوئے زخم کا دوا کے ذریعہ علاج کرے اور پھر دوا اس کے پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچ جائے تو امام ابو حنیفہ رحمۃاللہ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا ۔

عورتوں کی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں کوئی چیز رکھی جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔اس لئے عورتوں کے اندر یہ فطری منفذ موجود ہے جو بطن تک پہنچتا ہے اور اگر مردوں کے عضو تناسل میں کوئی دوا ڈالی جائے تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ معدہ اور اس نالی کے درمیان منفذ نہیں بلکہ مثانہ کا واسطہ ہے جہاں سے قطرہ قطرہ پیشاب نیچے آکر جمع ہوتا ہے ۔

علامہ کاسانی (علاؤالدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی) فرماتے ہیں ، مفسدات صوم میں سے وہ دوائیں ہیں۔ جو معدہ یا دماغ تک فطری شگاف مثلاً ناک ، کان یا سرین یعنی دبر کے ذریعے پہنچیں مثلاً ناک کے ذریعے چڑھایا جائے یا حقنہ دیا جائے یا کان میں قطرے ڈالے جائیں اور وہ دوا معدہ یا دماغ تک پہنچ جائے ۔

حاصل کلام یہ کہ ٹیکے سے ،رگ میں ہو یا گوشت میں خون لگانے اور گلوکوز لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۔

الکحل ملی ادویات کا استعمال:

الکحل ایک قسم کی شراب ہے یوں سمجھ لیں کہ شراب میں استعمال ہونے والا ایک خاص سیال مادہ ہے اس کو بطور محلل دواؤں اور ایندھن میں استعمال کیا جاتا ہے۔ الکحل نشہ آور ہے اور نشہ حرام ہے شراب کا پینا، پلانا، لانا، پہنچانا، بنانا، تجارت کرنا اور نکالنا سبب لعنت اور باعث عذاب ہے ۔

بایں سبب محض لذت و سرور حاصل کرنے کیلئے یا حسن و جمال میں اضافہ کرنے اور قوت بڑھانے کیلئے الکوحل ملے ہوئے مشروبات کا استعمال جائز اور درست نہیں ہے۔ البتہ دوا اور علاج کے حوالے سے دیکھیں تو پھر اس میں ایک گونہ مجبوری اور ضرورت ہے تو اس مجبوری اور اضطراری عمل کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہائے اسلام کے قول کہ "ضرورت ناجائز چیزوں کو جائز کر دیتی ہے ۔"

الکحل ملی ادویات کا استعمال مریض کیلئے جائز اور درست قرار پائے گا کتب فقہ میں موجود ہے کہ "از رہ علاج بھنگ پینے میں

کوئی حرج نہیں.

جب شراب کا کوئی متبادل علاج نہ ہو تو کیا تھوڑی سی شراب دوا کے طور پر پی جاسکتی ہے؟؟ اس میں فقہاء کی دو رائیں ہیں بعض نے جائز اور بعض نے ناجائز قرار دیا ہے ۔

اور یہ بات واضح ترین ہے کہ شراب کی جگہ کوئی متبادل دوا موجود ہو تو اس سے قطعی پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ شراب حرام ہی نہیں ناپاک بھی ہوتی ہے اس کا داخلی استعمال تو حرام ہے ہی اس کا خارجی استعمال بھی حرام ہے یعنی جسم پر مالش وغیرہ کرنا مگر مجبوری کے سبب ایسا کر سکتا ہے ۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری:

اعضاء کی پیوند کاری کو ٹرانسپلانٹیشن کہا جاتا ہے۔ اور یہ ایک طبّی طریقہ کار ہے جس میں ایک صحت مند آدمی کسی بیمار شخص کو اپنے اعضاء یا بافتوں کا عطیہ کرتا ہے۔ عطیہ کرنے والا تندرست اور جسے وہ عضو دیا جاتا ہے وہ بیمار ہوتا ہے۔ اس عمل سے بیمار کی جان بچانے کی کوشش کی جاتی ہے ۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر جائز ہے ۔

اگر ایک شخص کے دونوں گردے صحت اور تندرستی کی حالت میں اپنا کام کر رہے ہیں جبکہ دوسرے مسلمان بھائی کے دونوں گردے مکمل ناکارہ ہو چکے ہیں۔ اور معتبر و مستند حکماء نے خراب گردوں والے کی موت کی پیشگوئی کی دی ہے تو کیا ایسی صورت میں صحت مند گردوں والے بھائی کے پاس یہ گنجائش ہو گی کہ وہ اپنا ایک گردہ اپنے بیمار بھائی کو دے کر اس کی زندگی بچا لے؟ اور قرآن فرماتا ہے کہ ایک جان کو بچانا ایسا ہے جیسے پوری کائنات کو بچانا ۔

اور پھر اسلام دین رحمت ہے اور یہ تو درس ہی ایثار و اعانت کا دیتا ہے ۔

علامہ نووی (ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی) فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مجبور ہو جائے اور کچھ نہ کر پائے تو کیا اس کیلئے جائز ہو گا کہ اپنے جسم کا کچھ حصہ کاٹ کر کھالے؟ تو اس کیلئے دو رائیں ہیں۔ ابو اسحاق (امام ابراہیم بن موسیٰ بن محمد الشاطبیؒ) نے کہا کہ جائز ہے اس لئے کہ ایک عضو کے ذریعے پورے جسم کو زندہ رکھنا ہے ۔

دوسری رائے ایسا کرنا جائز نہیں ہے ۔

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں اعضاء کی پیوند کاری اس وقت جائز ہے جبکہ

1. مریض کی جان بچانا اور اس کو صحت مند رکھنا ناگریز ہو ۔
2. اہر اور معتبر ڈاکٹر اس کا مشورہ دے ۔
3. متبادل علاج ممکن نہ ہو یا معاشی اعتبار سے مریض اس کا متحمل نہ ہو ۔
4. جو آدمی اپنا کوئی عضو پیش کر رہا ہو وہ برضا و رغبت ایسا کر رہا ہو ۔
5. عطیہ کرنے والے کی جان اور صحت کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایکسرے:

ایکسرے سے مراد وہ برقی شعاعیں ہیں جو غیر شفاف چیزوں سے بھی گذر جاتی ہیں ایکسرے جسم کے اندرونی حصوں کی تصویر ہوتی ہے اور اس تصویر میں شرعا کوئی مضائقہ نہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے جس تصویر سے منع کیا ہے اس سے مراد وہ تصویر ہے جس سے صاحب تصویر کی شناخت ہو جائے ۔

ایکسرے کی تصویر کا تعلق جسم کے اندرونی حصہ سے ہوتا ہے اور وہ قابل شناخت بھی نہیں ہوتی۔ دوسرا وہ ایک طبّی ضرورت ہے اس لئے اس میں حرج نہیں ۔

چیر پھاڑ:

چیر پھاڑ کا دوسرا نام عمل جراحت ہے جسے انگریزی زبان میں آپریشن کہتے ہیں۔ انسان کا جسم شریعت مطہرہ میں قابل احترام ہے۔ اس کو ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف پہنچانا سخت گناہ کا باعث ہے۔ لیکن اگر علاج کیلئے جراحت کی ضرورت پڑ جائے تو جائز ہے۔ فقہ اسلامی کی مشہور و معروف کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر کسی عضو میں سڑن پیدا ہو جائے تو اس کی نشوونما کو روکنے کیلئے عضو کو کاٹ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر مثانہ میں کنکری ہو تو اس کو چیرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ۔

پوسٹ مارٹم:

پوسٹ مارٹم کے معنی ہیں تشریح الجسہ، پوسٹ مارٹم اگر کسی ضرورت کے پیش نظر لازمی ہو جائے تو شرعا جائز ہے۔ مثلاً مقدمہ کی تحقیق کے لئے موت کی وجہ معلوم کرنی ہو یا کوئی شخص اپنا اندرونی عضو ہبہ کر دے اور علماء اس کے جواز کا فتوی دے دیں تو پوسٹ مارٹم جائز ہو جائے گا۔ کیونکہ علماء نے مردہ حاملہ عورت کا پیٹ چاک کرنے کی اجازت دی ہے۔ جس کے پیٹ کا بچہ ابھی زندہ ہو تا کہ اس طرح اس کو نکالا جا سکے ۔

میڈیکل تجرباتی تعلیم حاصل کرنے کیلئے پوسٹ مارٹم کا سیکھنا جس سے انسانی جسم کی پیچیدگیوں کا پتہ چلے جائز ہے۔ اس کیلئے پلاسٹک کے مصنوعی اعضاء جسم حیوان، مینڈک، بندر اور بن مانس وغیرہ کے جسمانی تجزیہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور اگر یہ اشیاء اس مقصد کیلئے کافی نہ ہوں تو انسانی نعشوں پر پوسٹ مارٹم بھی درست ہے۔ اس لئے کہ اس ایک نقصان سے بڑا اجتماعی اور قومی مفاد وابستہ ہے اور فقہ کا اصول بھی ہے کہ جہاں دو میں سے کسی ایک نقصان سے دوچار ہونا ناگزیر ہو جائے تو وہاں اہم ترین نقصان سے بچنے کیلئے کمتر نقصان کو گوارا کر لیا جائے گا ۔

اسقاط حمل:

اسقاط حمل سے مراد ایک ایسا عمل ہے جس میں ایک بچہ جو جنین یا حمل رحم مادر میں ہوتا ہے اس کا قبل از وقت خارج ہو جانا یا نکل جانا اسقاط کہلاتا ہے۔ اسقاط حمل از خود بھی ہو سکتا ہے اور انسانی مداخلت سے بھی ہوتا ہے۔ اگر عورت کمزور ہو، بیمار ہو یا بچہ رحم مادر میں بہت زیادہ کمزور ہو اور ابھی روح نہ پڑی ہو تو پھر ایسی صورت میں اسقاط حمل کی ادویات کا استعمال کر لینا شرعا جائز ہے۔ اور اگر بچہ میں جان پڑ گئی ہو تو پھر اس کو ساقط کرنا ظلم عظیم اور انسانی قتل ہے ۔

حافظ ابن تیمیہ کے بقول اسقاط حمل بالاجماع حرام ہے اور وہ اسی نفس کشی میں داخل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن زندہ دفن کر دی جانیوالی بچیوں سے پوچھا جائے گا کہ آخر تمہیں کس جسم میں قتل کر دیا گیا ۔

الختصر یہ کہ کسی ناگریز عذر اور غیر معمولی مجبوری کے بغیر کسی بھی مرحلہ میں اسقاط حمل شرعا ناجائز ہے ۔

مانع حمل ادویات:

ضبط تولید کی دوسری صورت یہ ہے کہ مادہ منویہ تو عورت کے رحم میں پہنچ جائے مگر ساتھ ہی ایسی دواؤں کا استعمال کیا جائے کہ استقرار حمل نہ ہو سکے۔ فقہی نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت بھی عام حالت میں ناجائز ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں وجود انسانی کا سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ نطفہ رحم میں جاکر عورت کی منی کے ساتھ مل جائے اور زندگی کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اس کا برباد کر دینا گناہ ہے ۔

حوالہ بالا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بلا کسی عذر کے محض اولاد سے بچنے کیلئے مانع حمل ادویات کا استعمال گناہ ہے ۔

نس بندی:

ہر وہ طریقہ جس میں خاوند یا بیوی میں مستقل بنیادوں پر افزائش نسل کی صلاحیت ختم ہو جائے ناجائز ہے اور اختصاء (نس بندی، مردانہ صلاحیت ختم کرنا) تغییر لخلق اللہ کی حرمت میں داخل ہے لہٰذا نس بندی کرانا ناجائز ہے کیونکہ اس میں بھی آپریشن کے ذریعہ وہ نسیں بند کر دی جاتی ہیں جس کے ذریعے عورت کے انڈے مرد کے مادہ منصویہ سے جا کر ملتے ہیں۔

غلافِ ذکر:

ربڑ کا جھلی نما غلاف جسے کنڈوم کہتے ہیں اس کو بوقت مجامعت عضو خاص پر چڑھا لیتے ہیں تاکہ حمل سے بچا جا سکے۔ واضح رہے کہ شریعت اسلامیہ میں نکاح کے مقاصد میں سے ایک اہم ترین مقصد توالد و تناسل ہے اور اولاد کی کثرت مطلوب و محمود ہے۔ بایں سبب رسول رحمت ﷺ نے زیادہ بچہ جننے والی عورت سے نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے ۔

کنڈوم کے استعمال کا مقصد مرد کے مادہ منویہ کو عورت کے رحم میں پہنچنے سے بچانا ہوتا ہے جو کہ عزل (دوران جماع منی کا اخراج بیوی کی شرمگاہ سے باہر کرنا عزل کہلاتا ہے) کی ہی ایک صورت جدیدہ ہے اور بلا عذر شرعی عزل کے عمل کو شریعت نے پسند نہیں فرمایا۔ لہٰذا اگر عذر ہو، بیوی کی اجازت ہو تو عزل بھی جائز ہے اور غلاف ذکر یعنی کنڈوم کا استعمال بھی جائز ہے۔

المختصر یہ کہ وہ تمام طبّی مسائل جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یا جنکو موضوع کی طوالت کی وجہ سے چھوڑا جا رہا ہے جیسے مصنوعی سانس، ضبط تولید، تبدیلی جنس اور نشہ آور دواؤں کا استعمال کسی صورت بھی جائز نہیں ہے ہاں شریعت مطہرہ ان تمام چیزوں کی اس وقت اجازت دیتی ہے جب کوئی شرعی عذر ہو۔ اور ان کے بغیر کسی متبادل طریقے سے زندگی کو بچانا ناممکن ہو ۔

خلاصہ۔

اس تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ اجتہاد بالمقاصد عصرِ حاضر کے پیچیدہ اور تیزی سے بدلتے ہوئے طبّی مسائل کے حل کے لیے نہایت مؤثر اور قابلِ عمل منہج فراہم کرتا ہے۔ جدید میڈیکل سائنس کے ارتقاء نے انسانیت کو بے شمار سہولیات دینے کے ساتھ ایسے نئے اخلاقی، فقہی اور قانونی سوالات بھی پیدا کیے ہیں جن کا براہِ راست ذکر روایتی فقہی ذخیرے میں موجود نہیں۔ اس تناظر میں مقاصدِ شریعہ —حفظِ نفس، حفظِ نسل، حفظِ عقل، حفظِ دین اور حفظِ مال— ایک جامع، لچکدار اور اصولی بنیاد مہیا کرتے ہیں جس کے ذریعے ان مسائل کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

اس مطالعے نے عضو کی پیوند کاری، مصنوعی تولید (IVF)، جینیاتی ترمیم، انسانی اعضاء کی خرید و فروخت، رحمِ مادر کے کرائے پر لینے (Surrogacy)، ویکسینیشن اور زندگی کے اختتامی مرحلے سے متعلق اخلاقی مباحث کا مفصل جائزہ لیا۔ ہر مسئلے کا تجزیہ اس امر کو سامنے رکھ کر کیا گیا کہ انسانی جان کا تحفظ، انسانی وقار کا احترام، اور معاشرتی فلاح و بہبود کس طرح برقرار رہے اور شریعت کے بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ رہیں۔ نتائج سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ شریعت کا مقاصدی منہج جدید طبّی ترقی کے ساتھ مکمل ہم آہنگی رکھتا ہے۔ شریعت اپنے اصولی ڈھانچے میں وہ لچک رکھتی ہے جو ہر دور کے بدلتے ہوئے حالات کا سامنا کر سکے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی قانون جامد نہیں، بلکہ ایک ہمہ گیر اور زندہ نظام ہے جو انسانی ضروریات کو سامنے رکھ کر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ تحقیق اس امر پر بھی زور دیتی ہے کہ عصرِ حاضر کے پیچیدہ طبّی مسائل کے حل کے لیے علماء، فقہاء اور طبّی ماہرین کے درمیان مضبوط تعاون ناگزیر ہے۔ باہمی مکالمے اور مشترکہ علمی کوششیں ہی ایسے فقہی فیصلوں کو جنم دے سکتی ہیں جو ایک طرف سائنسی حقائق پر مبنی ہوں اور دوسری طرف شریعت کے اعلیٰ مقاصد کے مطابق ہوں۔ آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اجتہاد بالمقاصد نہ صرف جدید طبّی مسائل کے حل کی راہ ہموار کرتا ہے بلکہ اسلامی شریعت کی ہمہ گیریت اور عصری افادیت کو بھی نمایاں کرتا ہے، جس سے یہ بات مزید مستحکم ہوتی ہے کہ اسلام ہر دور کی ضروریات کا رہنما اور حل فراہم کرنے والا دین ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1. سعدی ابو حبیب۔ القاموس الفقہی۔ ریاض: دار الفکر، n.d.، صفحہ 71۔
2. احمد بن محمد بن عبد الکریم السکندری۔ تاج العروس الہاوی لتہذیب النفوس۔ جلد 2۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۔ صفحہ 330۔
3. محب اللہ البہاری۔ مسلم الثبوت۔ جلد 2۔ فیصل آباد: جامعہ سراجیہ رسولیہ، صفحہ 362۔
4. علی بن ابی بکر مرغینانی۔ الہدایہ۔ جلد 1۔ کراچی: مکتبہ البشری، صفحات 200–202۔
5. محمد بن اسماعیل البخاری۔ صحیح البخاری۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ۔، حدیث 1501۔
6. مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم۔ جلد 2۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۔فحہ 212۔
7. محمد بن عیسیٰ ترمذی۔ سنن ترمذی۔ لاہور: فرید بک اسٹال۔، حدیث 1826، صفحہ 439۔
8. تقی الدین احمد ابن تیمیہ۔ فتاویٰ ابن تیمیہ۔ جلد 4۔ ممبئی / لاہور: دار العلم / مکتبہ رحمانیہ، ۔، صفحہ 271۔
9. احمد بن محمد بن حنبل۔ مسند احمد۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ، حدیث 19397۔
10. شمس الدین ابن قیم۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین۔ لاہور: مکتبہ قدوسیہ۔، صفحہ 311۔

11. امام محمد غزالی۔ احیاء علوم الدین۔ جلد 2۔ کراچی: مکتبۃ المدینہ.، صفحہ 53۔
12. فتاویٰ ہندیہ (فتاویٰ عالمگیری) . جلد 1، صفحہ 137؛ جلد 4، صفحہ 112۔ لکھنؤ: نولکشور پریس،
13. طاہر بن عبد الرشید بخاری۔ خلاصۃ الفتاویٰ۔ جلد 4۔ لاہور: مکتبہ سلفیہ.، صفحہ 204۔
14. عبد الوہاب۔ اصول الفقہ۔ لاہور: المکتبہ الاسلامیہ، 2009، صفحہ 58۔
15. القرآن الکریم۔ سورۃ النساء: 4:59؛ سورۃ البقرۃ: 2:173۔
16. ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث۔ سنن ابو داؤد۔ جلد 3۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ،.، صفحہ 3118۔
17. مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم۔ کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم فعل الواصلہ والمستوصلہ، جلد 2، صفحہ 212۔
18. سنن ترمذی۔ ابواب اللباس، باب ماجاء شد الاسنان بالذھب، جلد 1، صفحہ 439۔